بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہندوستان میں جس اندرونی فساد کے برپا ہونے کا خطرہ ایک مدت سے لگا ہوا تھا، افسوس ہے کہ اب وہ پھوٹ پڑا ہے اور اس کے بند ہونے کی کوئی توقع باقی نہیں رہی ہے۔ پہلے تحریک ترک موالات کی ناکامی کے بعد فسادات کا جو ہولناک سلسلہ شروع ہوا تھا اس کے اسباب سطحی تھے۔ چند چھوٹی چھوٹی شکایات اور چند مبہم بدگمانیاں تھیں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا دیتی تھیں۔ ان میں یہ طاقت نہ تھی کہ ان دونوں قوموں کے درمیان ایک مستقل محاذ جنگ قائم کر دیتیں۔ اس پر بھی انھوں نے چند سال تک ہندوستان کے اندرونی امن کو جس بری طرح خراب کیے رکھا تھا اس کی تلخ یاد اب تک باقی ہے۔ لیکن اب جس فساد کا دروازہ کھلا ہے اس کے اسباب گہرے ہیں۔ صریح طور پر نیشنلزم کی دو تحریکیں پوری طرح نشوونما پا کر، قومی حوصلوں کی انگیخت اور زخمی جذبات کے اشتعال سے بھڑک کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئی ہیں اور یہاں جنگ و خونریزی کے لیے وہی اسباب و محرکات فراہم ہو چکے ہیں جنھوں نے پچھلی جنگ عظیم دنیا میں برپا کی تھی۔ اس لیے اب یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس قومی کشاکش سے ہندوستان کے باشندوں پر کیسی کچھ تباہی نازل ہوگی اور کتنی مدت تک یہ ہمیں امن سے محروم رکھے گی۔ اس جہنم کی پہلی پھونک نے کلکتہ میں جو رنگ دکھایا ہے اسے اگر ابتدائی نمونہ سمجھا جائے تو یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مستقبل کیسا کچھ تاریک ہے!

جن حالات نے ہندوستان کو بتدریج اس تباہی کے راستے پر چلا کر آج اس جہنم کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے، وہ اگرچہ سب کی آنکھوں کے سامنے گزرتے رہے ہیں اور ان کے اندر علانیہ وہ تمام علامات نمایاں ہوتی رہی ہیں جو صاف صاف خبر دے رہی تھیں کہ یہ گاڑی کس منزل کی طرف جا رہی ہے، لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے رہنما اور کارفرما اپنے نفس کو اور اپنے اہل وطن کو ادھر

ساری دنیا کو یہ فریب دیتے رہے کہ کچھ نہیں، سب خیریت ہے، کوئی حقیقی وجہ نزاع موجود نہیں ہے، یونہی غیر ملکی حکمرانوں کی انگیخت سے چند اوپری اسباب، کشیدگی پیدا ہو گئے ہیں جو "آزادی کا آفتاب" طلوع ہوتے ہی خود غائب ہو جائیں گے۔ اس دوران میں اصلاحِ حال کے جتنے مواقع آئے ان سب کو جان بوجھ کر ضائع کیا گیا اور سارے ملک کی آنکھوں میں طرح طرح کی پر فریب باتوں سے خاک جھونکی جاتی رہی۔ پھر اب کہ "آفتاب حریت" کے جھانکتے ہی علی الاعلان سب کی آنکھوں کے سامنے روشنی کے بجائے تاریکی پھیلتی نظر آ رہی ہے، یہ لوگ ان آخری لمحات میں بھی ٹھنڈے دل سے یہ سوچنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے کہ ہم نے کیا غلطی کی ہے اور اس کی تلافی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کے بجائے اب سارے لیڈر اور اخبار نویس مل کر اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اس جہنم کے ہر دروازے کو کھول دیں اور اپنی زبان سے ثابت کریں کہ ہم تو جنت کا دروازہ کھول رہے ہیں البتہ صرف ہمارا فریق مقابل ایسا نالائق ہے کہ جہنم کے فتح باب پر اصرار کیے جاتا ہے۔

اس صورتِ حال کی تہ میں جو اسباب کام کر رہے ہیں ان پر ہمیں اتنی گرفت تو حاصل نہیں ہے کہ ان کو ہم بزور دفع کر سکیں اور اپنے آپ کو اور اپنے اہل ملک کو آنے والی تباہی سے بچا سکیں، لیکن ہمیں خود اپنے ذہن اور عمل کا توازن برقرار رکھنے کے لیے ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تاکہ پوری بصیرت کے ساتھ صحیح طرزِ عمل پر قائم رہ سکیں اور اپنے آپ کو ان سخت آزمائش کے مواقع پر، جو آگے پیش آنے والے ہیں، ہنگامی جذبات کی رو میں بہنے اور اپنی قوتوں کو زیاں کاری میں ضائع کرنے سے بچا سکیں۔

ہندوستان کی مصیبت کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ یہاں عقل، تدبر، یا علم کی کمی ہے، بلکہ اس کا اصلی سبب اخلاقِ صالحہ کا فقدان ہے۔ ایک قسم کا اخلاقی انحطاط تو یہاں

پہلے سے موجود تھا، جس کی بدولت ایک اجنبی قوم ہمارے اپنے سرمایے اور آدمیوں کے ذریعہ سے ہم کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوئی۔ پھر مغرب کی شاگردی نے اس پر مزید چند اخلاقی خرابیوں کا اضافہ کر دیا جو ہمارے ملک کی پوری آبادی میں باؤلے کتے کے زہر کی طرح پھیل گئیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس شاگردی نے ہماری سابق کمزوریوں میں سے بھی کسی کی تلافی نہ کی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم ہندوستان کے لوگ بہت سی پرانی اور بہت سی نئی کمزوریوں کا مجموعہ بنے ہوئے ہیں۔

آج ہم میں سے ہر گروہ کا حال یہ ہے کہ وہ دوسروں سے انصاف کا طالب ہے مگر خود کسی کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کے پاس دوسروں کو جانچنے کے لیے بہت سے اصول موجود ہیں مگر اپنے آپ کو جانچنے کے لیے کوئی اصول موجود نہیں۔ وہ لینے کے لیے بہت بڑا دل رکھتا ہے مگر دینے کے لیے کوئی دل نہیں رکھتا۔ ہر گروہ پر شدت کے ساتھ قومی یا طبقاتی خود غرضی مسلط ہے اور اپنی اغراض کے لیے وہ ہر اس تدبیر کو اختیار کرنا جائز سمجھتا ہے جسے دوسرے اگر اس کے خلاف استعمال کریں تو وہ اسے سخت ناجائز کہے گا۔ اخلاق، دیانت، راستبازی اور انصاف کا نام سب لے رہے ہیں، مگر نہ اس لیے کہ اس پر عمل کریں، بلکہ محض خوشنما الفاظ کی ڈھونس جما کر دوسروں کو فریب دینے کے لیے۔ عام باشندوں کی اخلاقی حالت جیسی کچھ ہے اس کا اندازہ ریلوں میں، منڈیوں میں، بازاروں میں، عدالتوں میں، اور دفتروں میں، ہر جگہ ہو رہا ہے۔ دھڑے بندی کے تعصب میں اندھے ہو کر ہندو، مسلمان، سکھ، اچھوت اور دوسرے گروہ جو کچھ ایک دوسرے کے ساتھ کر رہے ہیں اس کا تجربہ بھی زندگی کے ہر شعبے میں، ہر وقت ہر شخص کو ہو رہا ہے۔ ملک کی رائے عام پر سب سے زیادہ جس طبقے کا اثر ہے وہ اخبار نویس ہیں، اور ان سے بڑھ کر فتنہ جو، فتنہ انگیز اور فتنہ پرور طبقہ اس وقت ہندوستان میں اور کوئی نہیں۔ یہ لوگ خدا اور خلق دونوں سے بے شرم ہو کر ہر روز دوسروں کے لیے کچھ زہریلے ڈنک اور اپنوں کے لیے فساد انگیز شراب کے کچھ جام تیار کرتے ہیں اور ملک بھر میں انھیں پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ہر قوم نے اپنے اکابر مجرمین کو اپنا رہنما و سربراہ کار بنا رکھا ہے اور وہ اپنی لیڈری کی خیر اسی میں پاتے ہیں کہ جس دھڑے کے وہ سرگروہ ہیں اس کی اغراض کو بالاتر رکھیں۔

ان میں سے ہر ایک انما نحن مصلحون کے بلند بانگ دعوے کر رہا ہے مگر آئے دن ان کے جو کارنامے ہمارے سامنے آ رہے ہیں وہ اس حقیقت پر شہادت دیتے ہیں کہ الا انھم ھم المفسدون۔ ان کی ڈھٹائی کا حال یہ ہے کہ ان کی اپنی حماقتوں اور شرارتوں سے ملک میں جو آگ لگ چکی ہے اس کو فرو کرنے کی ان میں سے کسی کو فکر نہیں ہے بلکہ ہر ایک دوسرے پر الزام عقوپ کر خود بری الذمہ ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور علانیہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی ایسی تدبیریں کیے جاتا ہے جس سے اشتعال اور بڑھے۔

یہ حالت جس ملک کی ہو اس میں اگر خانہ جنگی و برادر کُشی کی آگ نہ بھڑکے گی تو کیا امن و عافیت اور ترقی و خوشحالی کے پھول برسیں گے۔ یہ وہی اخلاقی بیماریاں تو ہیں جو یورپ کو لگی تھیں اور آخرکار اس کی اینٹ سے اینٹ بج کر رہی۔ پھر ہم ایسے کونسے فطرت کے چہیتے ہیں کہ انہی بیماریوں کو اپنے اندر پرورش کر کے ان کے نتائج بد سے بچ رہیں۔

اب اگر ہندوستان اس بلا سے بچ سکتا ہے تو اس طرح نہیں کہ یہاں کا ہر ہر شخص جس دھڑے کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھتا ہے اس کی حمایت میں آستینیں چڑھائے اور اس فساد میں حصہ لینے کے لیے یہ عذر پیش کر دے کہ "یہ فیصلے کا وقت ہے، اس میں ہم اپنے گروہ کا ساتھ نہ دیں گے تو خود بھی مٹ جائیں گے"۔ اس طرح تو تنور کو مزید ایندھن فراہم ہوگا، آگ فرو نہ ہوگی۔ دراصل یہ وقت ہے ہندوستان میں مصلحین کے ایک ایسے گروہ کے اٹھنے کا جو تمام شخصی، طبقاتی اور نسلی خودغرضیوں سے بالاتر ہو کر بے لاگ انصاف، بے غرض سچائی اور بے لوث حق پرستی کا علم بلند کرے، زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو میں دیانت، امانت اور راستی خود برتے اور دوسروں کو اس کی دعوت دے، ظلم اور بے انصافی کے سوا اس کی کسی سے دشمنی نہ ہو اور حق و انصاف کے سوا وہ کسی کا دوست بھی نہ ہو، وہ ان کا بھی بھلا چاہے جو اس کا برا چاہیں، ان کے ساتھ بھی امانت برتے جو اس سے خیانت کریں، اور ان

سے بھی انصاف کرے جو اس سے بے انصافی کریں۔ ایسا ایک گروہ اگر پوری طرح منظم ہوکر اٹھ کھڑا ہو اور پھر وہ قومیت، قوم پرستی اور قومی خودغرضیوں کا قلع قمع کرکے چند بے لاگ اور منصفانہ اصولوں کی حکومت اس ملک میں قائم کرنے کی کوشش کرے تو یقین ہے کہ آخرکار اس ملک کے تمام راستی پسند لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں گے، اور یہاں کے عام باشندے بھی اپنے مصلح نامفسد لیڈروں کی رہنمائی کے تلخ نتائج بھگت لینے کے بعد اسی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو مستقبل میں ہندوستان کے لیے دور دور تک تاریکی ہی تاریکی ہے، ایسی تاریکی جس کا اندازہ شاید ان لیڈروں اور اخبار نویسوں کو خود بھی نہیں ہے جن کے کرتوتوں سے یہ طوفان اٹھا ہے۔

ہماری تمنا ہے کہ جماعت اسلامی ہی وہ جماعت ہو جو وقت کی اس ضرورت کو پورا کرے۔ مگر یہ چیز تمناؤں سے بڑھ کر بھی کچھ چاہتی ہے۔ اس کے لیے حسن نیت چاہیے، بیدار مغزی اور معاملہ فہمی چاہیے، سخت کوشی، ایثار اور قربانی چاہیے، مضبوط عزم، بلند حوصلہ اور پاک دل چاہیے۔ ان اوصاف کے ساتھ جو جماعت بھی قائمین بالقسط اور شھداء للّٰہ علی الناس بن کر اٹھے گی وہی ہندوستان کی نجات دہندہ ثابت ہوگی اور بالآخر اسی کے ہاتھوں میں نہ صرف اس ملک کی زمام کار آئے گی بلکہ دنیا کی رہنمائی کے منصب کا راستہ بھی اس کے لیے کھل جائے گا۔

اعلان از قیم جماعت جماعت اسلامی کی نئی مجلس شوریٰ کے اجتماع کی تاریخیں ۲۷، ۲۸، ستمبر ۱۹۴۶ء مقرر کی گئی ہیں اور اس کے لیے ایجنڈا کیا جا رہا ہے۔ تمام ارکان ۲۶ کی رات تک دارالاسلام پہنچ جائیں۔